پروفیسر غلام رسول عدیم

شعرِ جاہلی اور خیر القرون میں ارتقائے نعت

شعر و شاعری عرب معاشرے کی ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ قبائل و احزابِ عرب شاعرِ قبیلے کی آنکھ کا تارا، عزتِ نفس کا پاسبان اور غیرت کا نشان تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ آج جاہلی عرب کے بارے میں جو کچھ معلومات ہمارے پاس موجود ہیں اس کا بیشتر حصہ انہی شعراء کے ملکۂ سخن کا مرہونِ منت ہے

بادیہ نشین عرب فطرت کے نہایت قریب تھے اس لیے ان کے اطوار و عادات میں فطری بے ساختہ پن بدرجۂ اتم موجود تھا۔ تکلف، تصنع اور مبالغہ آمیزی ان کی عادت کے خلاف تھی۔ بات میں کھرا پن ضرور مگر کھرا پن لہجے کی صداقت کا غماز ہوتا۔ آج کل کی اصطلاح میں انہیں حقیقت پسندانہ رویے (Realistic Attitude) کا مالک کہا جائے۔

ان کے اصنافِ سخن کو آسانی کے لیے ہم بڑی بڑی پانچ قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

فخر، حماسہ، تشبیب، ہجا، مدیح

فخر

دنیا میں ہر قبائلی نظام فخرِ قبیلے کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ چنانچہ عرب بھی عصبیتِ جاہلی کے زیرِ اثر اپنے قبیلے کی برتری کا اظہار کرتے نہیں تھکتے تھے۔ بارہا مفاخرت و منافرت کے معرکے پیش ہوئے۔ کبھی اجتماعی کبھی انفرادی۔ جیسے ایک عرب شاعرہ خنساء نے اپنے باپ اور بھائیوں کے قتل ہو جانے پر ایک میلے میں "اَنَا اَعْظَمُ الْعَرَبِ مُصِیْبَةً" (میں عرب میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ ہوں) صدرِ اسلام میں غزوۂ بدر میں جب ہند بنت عتبہ کا باپ، چچا اور بھائی غازیانِ اسلام کے ہاتھوں قتل ہوئے تو وہ بازارِ عکاظ میں جا کر بولی۔ "اَقْرِنُوْا جَمَلِیْ بِجَمَلِ الْخَنْسَاءِ" (میرا اونٹ خنساء کے اونٹ کے قریب کر دو) چنانچہ ایسا کیا گیا پھر اس نے مصیبتیں برداشت کرنے میں ایک دوسرے پر مفاخرت و منافرت کی۔ اسلام کی آمد پر قبائلی عصبیت جاتی رہی اور مفاخرت کے ایسے واقعات کا خاتمہ ہو گیا۔

شجاعت

جاہلی شاعری کی دوسری سب سے اہم صنف حماسہ تھی۔ یہ لوگ بلاشبہ شجاعت و حماست کے کوہِ گراں اور دلاوری کے پیکر تھے۔ عملاً بھی بہادری کے جوہر دکھاتے اور زبانِ شعر سے بھی اپنی جگرداری سے لوگوں کو مرعوب کرتے مثلاً جب تغلب کے رئیس عمرو بن کلثوم کی ماں لیلیٰ نے عمرو بن ہند والیٔ حیرہ کے ہاں احساسِ تحقیر کے پیشِ نظر "وَاذُلّاہ یَالَتَغْلِبَ" (ہائے بنی تغلب مقامِ رسوائی ہے) کا بے باکانہ نعرہ بلند کیا تو ایک طرف تو عمرو بن کلثوم نے والیٔ حیرہ کو آنِ واحد میں قتل کر دیا، دوسری طرف وہ زوردار شعر پڑھے جو حماسہ کی نہایت شاندار مثال ہے۔

وقد علم القبائل غیر فخر
اذا قبب با بطحھا بنینا
وانا الحاکمون بما اردنا
وانا النازلون بحیث شئنا
ونشرب ان وردنا الماء صفواً
ویشرب غیرھا کدرا و طینا

...قبیلے جانتے ہیں کہ ہم نے بغیر کسی فخر کے ان کے کنگورے ناکوں تک میں گنبد بنا ڈالے۔ ہم جو چاہیں حکم دیں، جہاں چاہیں اُتر پڑیں۔ جب ہم کسی جگہ آئیں تو صاف چشموں سے متمتع ہوتے ہیں۔ ہمارے دشمن کو گدلا پانی پینا پڑتا ہے۔

تشبیب

تیسری اہم صفت اہل عرب کے ہاں تشبیب تھی۔ اس میں شراب وشباب کی کیف آور فضا سے لے کر مناظر فطرت کی رنگینیوں تک سارے مضامین آجاتے تھے۔ وہ سوسائٹی جہاں شراب پینا معیوب نہ تھا اور جہاں مناظر فطرت اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ نظارہ دیتے تھے وہاں امرء القیس، مرقش الاکبر، عبداللہ بن عجلان اور مسافر بن ابی عمرو جیسے رنگین مزاج اور غزل گو شعراء کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔

ہجا

عرب شاعروں کے ہاں ان کی افتادِ طبع اور مخصوص سماجی ماحول کی بنا پر ہجویہ شاعری خاص اہمیت کی حامل ہے۔ وہ اپنے قبیلے کے دفاع میں دوسروں پر طعن کرتے مگر معیار اخلاق کی گراوٹ کے بغیر۔ وہاں عبید زاکانی، بسحق شیرازی (فارسی) اور جعفر زٹلی و اہل نارنول (اردو) جیسے پھکڑ باز اور لچر گو نہیں ملتے۔ ان کے ہاں محبت کی گرم گفتاری ہے تو لہجے کی صداقت کے ساتھ اور عداوت کی جگر دوزی ہے تو بھی حقیقت پسندی کا دامن چھوڑے بغیر۔ قریط بن انیف اپنے قبیلہ کی بزدلی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے۔

یجزون من ظلم اهل الظلم مغفرة
ومن اساءة اهل السوء احسانا

میرے قبیلے کے لوگ وہ ہیں جو ظالم کا بدلہ بخشش سے دیتے ہیں اور برے کی برائی کے بدلے اس پر احسان کرتے ہیں۔

کان ربک لم یخلق لخشیته
سواهم من جمیع الناس انسانا

گویا کہ تیرے رب نے ان کے سوا ساری مخلوق میں کسی کو اپنی خشیت کے لیے پیدا ہی نہیں کیا۔

مدح

یہی وہ صنفِ سخن ہے جس سے عرب کی وصفی شاعری کئی رنگوں میں ظہور پذیر ہوئی۔ کبھی قبیلے کی تعریف کی جاتی ہے کبھی رؤسائے قبیلہ ممدوح بنتے۔ گھوڑے کی گرم رفتاری، تلوار کی کاٹ اور برق ریزی اور ناقہ کی سرعت رفتار کو موضوعِ سخن بنایا جاتا۔ یہی نہیں حیوانات، منازل، اخلاق، وقائع سب کو مقام مدح میں رکھا گیا۔ اسی سے ایک صنف سخن پھوٹی جو بعد میں ایک مستقل صنف بن گئی اور وہ ہے مرثیہ۔ اس میں بڑے معرکے کی شاعری نے جنم لیا۔ خنساء کے مرثیے خاصے کی چیز ہیں۔ ایک اعرابیہ نے اپنے بیٹے کی موت پر کیسے بلند پایہ شعر کہے ہیں

من شاء بعدک فلیمت
فعلیک کنت احاذر
کنت السواد لناظری
فعمی علیک الناظر

تیرے بعد (کوئی جئے) کوئی مرے، مجھے تو تجھی سے رونق تھی۔ تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ اب میری آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔

بسا اوقات مدح کوئی حالات کے دھارے کو دوسرے رخ پر پھیر دیتی۔ بنی انف شرم کے مارے اپنے آپ کو بنی انف نہیں کہلاتے تھے بلکہ بنی قریع کہلواتے تھے مگر جب حطیئہ نے ان کی مدح میں شعر کہا۔

قوم هم الانف والاذناب غیرهم
ومن یسوی انف الناقة الاذناب

وہ ناک ہیں اور دوسرے لوگ دُم۔ اونٹنی کی ناک اور دُم کو بھلا کون ایک درجے میں رکھے گا۔ تو وہ فخریہ بنی انف کہلوانے لگے۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ عرب شاعر جب مدح گستری کرتے تو باشنائے چند وہ ان کے دل کی آواز ہوتی۔ وہ ممدوح کو مدح کے قابل نہ پاتے تو برملا کہتے افعل حتی اقول کچھ کرکے دکھاؤ تاکہ تمہاری مدح کروں۔ اس زمانے کے مشہور ممدوحین میں ایک تو رؤسائے حرم بن سنان، عامر بن طرف، اقرع بن حابس، ربیعہ بن مجاشع دوسرے مناذرۂ حیرہ اور غساسنۂ شام اور ان کے امرا تھے۔

ادھر مداحین کی صفِ اوّل میں اعشیٰ، ربیع بن زیاد، نابغہ ذبیانی، متنخل یشکری، ابو زبید الطائی، معن بن اوسؓ، زہیر بن ابی سلمیٰ، حطیئہ اور حسان بن ثابت کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

جاء الحق وزھق الباطل: جب چھٹی صدی کی آخری دہائیوں میں غلغلۂ اسلام بلند ہوا تو اس نے زندگی کے ہر دائرے میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ کفر و ضلالت کی جگہ نورِ ہدایت نے لے لی۔ رسوم کہن کی بجائے شریعتِ اسلامیہ اور تقلیدِ آبائی کی جگہ اتباعِ رسولؐ مطمحِ نظر بن گئے۔ قرآن نے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی تو زندگی کو ایک نیا رنگ اور آہنگ ملا۔ جب ہر پہلوئے حیات میں دُور رس تبدیلیاں ہوئیں تو شعر و شاعری میں بھی تبدیلی کا آنا ضروری تھا۔ اب قرآن ہی فرزندانِ توحید کے فکر و نظر کا محور بن گیا۔ قرآن نے جب شعر کو ذم کے درجے میں رکھا تو وقتی طور پر حماست، تشبیب اور ہجا وغیرہ کا جاہلی غلغلہ مکمل سکوت میں بدل گیا۔ توحید و رسالت کے پرجوش آہنگ نے ہر طرح کی خطابتِ جاہلی، فصیح البیانی اور شعری روایات کو مغلوب کر لیا بلکہ کھلا چیلنج دیا۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ (البقرہ ۲۳)

بعض صفِ اوّل کے شاعروں نے تو شاعری ہی ترک کر دی۔ چنانچہ لبید بن ربیعہ (م ۶۶۲ء) نے جو اصحابِ معلقات میں تھے قبولِ اسلام کے بعد صرف ایک ہی شعر کہا اور وہ بھی تحدیثِ نعمتِ اسلام کے جذبے سے سرشار ہو کر ؎

الحمد للہ ان لم یاتنی اجلی
حتی لبست من الاسلام سربالا

الحمد للہ میں نے موت سے پہلے پہلے جامۂ اسلام زیب تن کر لیا ہے۔

نزولِ قرآن سے فکر و نظر کے زاویے بدلے، ذہن بدلے، دل بدلے، سوچ کے دھارے بدلے غرضیکہ سوسائٹی کے اخلاقی اسالیب اور اقتصادی، تہذیبی، سیاسی اور مذہبی اطوار میں ایک عظیم تغیر آ گیا۔

خیر القرون میں لوگ عقیدۂ توحید میں اشد حبا للہ کے مقام پر جا پہنچے مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کی محبت و عقیدت ایک پیکرِ انسانی کی ذات میں سمٹ آئی۔ عقیدتوں کا مرجع اور داعیاتِ محبت کا سرچشمہ ایک مکمل اور اکمل انسان تھا جو ان کے سامنے تھا اس لیے منطقی طور پر لازمی تھا کہ جاہلی فخر و حماست، ہجو اور تغزل کو خیرباد کہہ دیا جاتا اور اگر ثنا خوانی کی جاتی تو احمد مختار کی اور مدح و ستائش کے اعلیٰ ترین مقام پر رکھا جاتا تو محمد مصطفےٰؐ کو۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں شعرِ جاہلی کے ممدوحین کے بدلے ممدوحِ کائنات بلکہ ممدوحِ خالقِ کائنات توجہ کا مرکز بنا۔ اب تک مدحیہ شعر مدتاً "ہم رکسے" کے لیے مختص تھا۔ اب فخر بنی آدم کے تاقیامت چرچے کے لیے مخصوص ہو گیا۔

اصح العرب کی نظر میں شعر

حقیقت یہ ہے کہ عربی جاہلی شاعری خصوصاً ہجائی اور تشبیبی شاعری قرآنی افکار سے متصادم تھی۔ جذباتی سلیقے کے اعتبار سے اس کی کڑیاں قبائلی عصبیت سے جا ملتی تھیں۔ اسلام نے عصبیتِ جاہلی کو ختم کیا تو ایسی شاعری اور شعراء کی ضرورت

بھی باقی نہ رہی۔ اب وہی قوتیں اسلام اور قرآن کے تحریکی مقاصد کے لیے استعمال ہونے لگیں۔ اسی لیے قرآن نے اسے بنظر استحسان نہیں دیکھا الشعراء یتبعھم الغاوٗن (الشعراء ۲۲۴-۲۲۶) (شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں) وما علمناہ الشعر (یٰس ۶۹) (اور ہم نے آپ کو شعر کی تعلیم نہیں دی) وما ھو بقول شاعر (الحاقہ ۴۱) (اور یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں) جیسے سرمدی الہامات سے شعر کو بمقابلہ قرآن مقام ذم میں رکھا گیا۔ ادھر امام الانبیاء بھی عملی طور پر شعر کی طرف راغب نہ تھے۔ ایک تو یہ کہ شاعری مقام نبوت سے نہایت فروتر درجے کی چیز ہے دوسرے یہ کہ شعر سے قبائلی عصبیت اُبھرتی تھی اور رسولؐ اتفاق و اتحاد کے داعی تھے۔ فرمایا:

لان یمتلی جوف احدکم قیحا
حتی یریہ خیر من ان یمتلی
شعراً (تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے اور متعفن ہو جائے تو شعر سے بھر جانے سے پھر بھی بہتر ہے) مگر غور کیا جائے۔۔۔۔

۔۔۔۔تو آیات کریمہ اور احادیث نبویؐ میں علی الاطلاق شعر کی مذمت نہیں۔ ہجائی اور ایذا رساں شاعری کی مذمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی حضورِ عالم کی بارگاہ میں حاضر ہوا شعر میں گفتگو کی۔ آپؐ نے فرمایا: ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا" (بے شک شعروں میں دانائی کی باتیں ہوتی ہیں اور بعض باتیں جادو کا سا اثر رکھتی ہیں۔

شاعری کے لیے اس حوصلہ افزا ارشاد کے ساتھ لبید بن ربیعہ کا یہ شعر سنا

الا کل شئ ما خلا اللہ باطل
وکل نعیم لا محالۃ زائل

(آگاہ رہو کہ اللہ کے سوا ہر شے باطل ہے اور نعمت بالآخر زوال پذیر ہے)

تو فرمایا: اصدق کلمة قالھا شاعر قول لبید (بخاری) اس سے حضورؐ کے ذوقِ شعر کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مزید برآں عرب کے بعض حکیم شعراء مثلاً امیہ بن ابی الصلت (م ۶۲۴ء) ورقہ بن نوفل (م ۵۹۲ء) زید بن عمرو بن نفیل (م ۶۲۰ء) اور قس بن ساعدہ (م ۶۰۰ء) کی شاعری میں متعلق مابعد الطبیعاتی حقائق، خدا، رسولؐ، ملائکہ اور یوم آخرت کے مضامین ملتے ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ سرور کائناتؐ نے امیہ بن ابی الصلت کے وہ شعر جن میں اللہ اور آخرت کا ذکر ہوتا، بڑے شوق سے سماعت فرماتے۔

نعت کا نقطہ آغاز

جاہلی دور میں ہجا اور مدح کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ اسلام آ گیا۔ قبائلی عصبیت مٹی تو نظریاتی بنیادوں پر کفار و مومنین کے درمیان مہاجاۃ ہوئی۔ عبداللہ بن زبعریٰ ابو سفیان بن الحارث اور عمرو بن العاص کفار کی طرف سے مشہور ہجو گو شاعر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا ما یمنع الذین نصروا رسول اللہ بسلاحھم ان ینصروہ بالسنتھم (جن لوگوں نے اللہ کے رسولؐ کی ہتھیاروں سے مدد کی انہیں زبان سے مدد کرنے میں کیا چیز مانع ہے) اہلِ یثرب میں سر برآوردہ شعراء کو جواب آں غزل کے طور پر مقرر فرمایا۔ حسان بن ثابت کعب بن مالک اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم اس شرف سے مشرف ہوئے۔ کفار کے مقابلے میں ان کے لسانی اور شعری معرکوں سے متاثر ہو کر فرمایا

ھؤلاء النفر اشد علی قریش من نضح النبل" یہ وہ لوگ ہیں جو قریش کے لیے تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ سے فرمایا۔ اھجھم و اللہ

لهجاؤك عليهم اشد من وقع السهام فى غلس الظلام ومعك جبريل روح القدس" (ان کی ہجو کر، اللہ کی قسم تیری ہجو ان کے لیے تاریکی شب میں تیر لگنے سے بھی سخت تر ہے۔ تیرے ساتھ جبریل روح القدس ہیں)۔

ان شاعرانِ سحر بیان نے ایک طرف تو دشمنان اسلام پر ہجو کے تیر برسائے تو دوسری طرف ممدوحِ کائنات کے حضور میں گلہائے عقیدت نچھاور کیے۔ یوں اپنی تمام تر شاعرانہ صلاحیتوں کو ثنائے خواجہ گیہاںؐ کے لیے وقف کر دیا۔

یہ تو ہے نعت کے آغاز کا تاریخی و تدریجی ارتقاء۔ دوسری طرف قرآن جس کی ابتداء توحید و رسالت کے زوردار خطبوں سے ہوتی ہے آگے چل کر معاش و معاد، اوامر و نواہی، تبشیر و انذار، معاشرت و معاملت کی جزئیات تک کو حاوی ہے۔ اصل میں سرورِ کائناتؐ کی حیاتِ طیبہ ہی کا لفظی عکس ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس ضمن میں جب سوال کیا گیا تو یوں تامل فرمایا!

كان خلقه القرآن (ابوداؤد باب صلوٰۃ اللیل)

قرآن میں نعت ختم المرسلینؐ کے چند تابناک جواہر ریزے ملاحظہ ہوں۔

(۱) احمد — ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد (صف ۶)

(۲) محمد — محمد رسول الله (فتح ۲۹)

(۳) یٰسین — یٰس والقرآن الحکیم (یٰس ۱)

(۴) طٰہٰ — طٰه ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ (طٰہٰ ۱)

(۵) کملی والے — یاایها المزمل (مزمل ۱)

(۶) چادر والے — یاایها المدثر (مدثر ۱)

(۷) روشن چراغ — سراجا منیرا (احزاب ۴۶)

(۸) شاہد مبشر نذیر — انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا (احزاب ۴۵)

(۹) نور — قد جاءكم من الله نور (مائدہ ۱۵)

(۱۰) سراپا ہدایت و رحمت — وانه لهدی ورحمة للعالمین (نمل ۷۷)

(۱۱) رحمۃ للعالمین — وما ارسلناك الا رحمة للعالمین (انبیاء ۱۰۷)

(۱۲) رؤف و رحیم — بالمومنین رؤف الرحیم (توبہ ۱۲۸)

یہ تو مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ سارا قرآن نعت ختم المرسلینؐ ہی تو ہے۔ نہ صرف یہ کہ قرآن کبھی براہ راست اور کبھی بالواسطہ نعت گوئی پر مشتمل ہے بلکہ خود خدائے قدوس اور اس کے فرشتے نعت گویانِ رسولؐ اور اہل ایمان کو وجوبی طور پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

ان الله وملئكته یصلون علی النبی یاایها الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔

اللہ اللہ! اگر بندہ اس پکار اٹھے سہ

من ایں مقام بدنیا و آخرت ندہم
اگرچہ در پیم افتند ہر دم انجمنے

تو بے جا نہیں بلکہ اس کی سعادت کی انتہا ہے۔

قرآن کے بعد ذخیرۂ حدیث کی طرف آئیں تو اس کام میں جانیں کھپانے والے قدسی نفس لوگوں نے کوئی ۴ ۱ لاکھ فرمودات رسولؐ جمع کر دیے ہیں۔ تا قیامت ان اقوال و ارشادات کو ان گنت لوگ دہرا دہرا کر اپنی زندگیوں کی اصلاح و فلاح میں بھی منہمک رہیں گے اور نعتِ رسولؐ کا بھی اہتمام ہوتا رہے گا۔

یوں تو سارے کا سارا ذخیرہ حدیث نعتِ رسولؐ ہی ہے تاہم امام محمد بن عیسےٰ ترمذی (۲۰۹ - ۲۷۹) نے شمائل النبویہ میں جو ۴۰۰ احادیث کا لاجواب انتخاب ہے ۵۶ ابواب پر تقسیم کر کے سراپائے اقدس، معمولاتِ مطہرہ اور فضائل و شمائل رسولؐ کا حسین ترین نعتیہ مرقع پیش کر دیا ہے۔

ہاں تو سرکارِ دوجہاں کی صرت و طفولیت ہی میں آپ کو

قوم میں اتنی سی کا بہ نگاہِ تحسین دیکھنا نعتیہ طرزِ فکر کا حامل تھا مگر عنفوانِ شباب میں آپ صداقت و امانت میں بے مثال کہلایا جانا نعت مصطفےٰ ہی کی ذیل میں آتے ہیں۔ اعلانِ نبوت سے پہلے جب حجرِ اسود کو خانۂ کعبہ کی دیوار میں رکھتے ہوئے نزاع چھڑی تو آپ کو دیکھ کر الجھتے ہوئے لوگوں کی زبان سے بیک آواز هذا الامین رضینا بہ کے الفاظ نکلنا کتنی پیاری نعت تھی۔ حضرت جعفر طیارؓ کا نجاشی کے دربار میں خطبۂ نعتیہ خطبہ ہی تو تھا۔ ہجرت کے موقع پر ایک اعرابیہ ام معبد کی نثری نعت شمائلِ رسولؐ کی نہایت دلآویز تصویر ہے۔ مدینۂ منورہ میں تشریف آوری پر نعت ہی سے استقبال ہوا۔ پردہ نشین خواتین نے چھتوں پر آن کر یوں زمزمہ پردازی کی:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعیٰ للہ داع

ایہا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ جب تک دعا کرنے والا دعا کرے ہم پر شکر کرنا واجب ہے۔

اور معصوم بچیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں

نحن جوار من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

(سیرت النبیؐ از شبلی جلد اول)

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ واہ! محمدؐ کیا اچھے ہمسائے ہیں۔

خیر القرون کے چند اہم نعت گو شاعر

صحابہ میں یوں تو کون ایسا شخص تھا جو شاعر تھا مگر ثنائے خواجہ عالمؐ میں رطب اللسان نہ ہوا ہو تاہم ۲۲ صحابہؓ کے نعتیہ اشعار روایتوں میں مل جاتے ہیں (ارمغان نعت کا دیباچہ از عبدالقدوس ہاشمی) ان میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم وغیرہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

اعشیٰ القیس (م ۶۲۹ء) جو شراب و شباب کا شاعر تھا اس نے ایک زوردار نعت سرورِ عالمؐ کی مدح میں لکھی عازم بارگاہِ رسولؐ ہوا۔ ابوسفیان بن حرب کو پتہ چلا تو اس نے اپنی قوم کو ترغیب دی کہ اسے اس کام سے روکیں، مبادا وہ اسلام لے آئے اور نصرتِ رسولؐ کرے۔ چنانچہ انہوں نے اسے ۱۰۰ اونٹ پیش کر کے واپس بھیج دیا۔ حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو النجاری الخزرجی، ان کے دادا منذر نے اوس و خزرج کے حکم کی حیثیت سے فریقین میں صلح کروائی۔ یثرب میں پیدا ہوئے۔ عمر میں حضورؐ سے کوئی آٹھ برس بڑے تھے اپنے زمانے کے سب سے بڑے حضری شاعر تھے۔ غسانی بادشاہوں کے مداح رہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد ۶۰ برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ کبر سنی کی وجہ سے جہاد بالسیف سے معذور رہے۔ جب ہجائین قریش کے خلاف رسول اللہؐ نے شعرائے اسلام کو تحریض کی تو حسان بن ثابتؓ نے کہا کہ میں ان کی ہجو کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا کیف تھجوھم وانا منھم (ان کی ہجو کرے گا تو کیسے جبکہ میں ان میں سے ہوں)۔ جواب تھا انی اسلک منھم کما تسل الشعرۃ من العجین (میں آپ کو ان میں یوں کھینچ نکالوں گا جیسے آٹے سے بال نکال لیتے ہیں)۔

ابوسفیان بن الحارث نے ہجو کی تو جواباً کہا:

ھجوت محمداً فاجبت عنہ

وعند اللہ ذالک الجزاء

ھجوت مبارکاً براً حنیفاً

امین اللہ شیمتہ الوفاء

فان ابی و والدتی و عرضی

لعرض محمد منکم وقاء

تو نے محمدؐ کی ہجو کی میں جواب دیتا ہوں۔ اس کی اللہ کے ہاں جزا ہے۔ تو نے اس مبارک نیک اور مکیر کی ہجو کی۔ وہ امانت خداوندی کا امین ہے اور وفا اس کی خصلت ہے۔ میرے ماں باپ اور میری عزت ... عزت محمدؐ کے تحفظ کے لیے ڈھال ہے۔

ان کا سب سے بڑا کارنامہ وفد بنی تمیم کے ایمان لانے پر حضرت رسولؐ ہے۔ ۷۰ یا ۸۰ افراد پر مشتمل یہ وفد حاضر خدمت ہوا پہلے خطابت میں مفاخرت ہوئی پھر شعر میں مفاخرت ہوئی بنی تمیم نے اپنے مشہور شاعر زبرقان بن بدر کو پیش کیا۔ حضورؐ نے حضرت حسان بن ثابت کو بلاکر (جو اس وقت موجود نہ تھے) فرمایا جواب دے۔ آپ نے نعتیہ اشعار پڑھ کر مسکت جواب دیا۔ بنی تمیم دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ ان کے یہ شعر تو ہر عربی خواں کی زبان پر ہیں۔

واجمل منک لم ترقط عینی
واحسن منک لم تلد النساء
خلقت مبرأ من کل عیب
کأنک قد خلقت کما تشاء

آپؐ سے حسین تر میری آنکھ نے نہیں دیکھا
اور آپؐ سے بہتر کسی ماں نے نہیں جنا
آپؐ ہر عیب سے یوں پاک پیدا کیے گئے
گویا آپ اپنی مرضی کے مطابق پیدا ہوئے

عبداللہ بن رواحہؓ (متوفی ۹۴ھ)

آپ خزرجی تھے حضورؐ کے اتنے معتمد تھے کہ اہم ترین مشن اور سفارتیں انہی کے ذمہ ہوتیں۔ ان ۱۲ نقیبوں میں شامل تھے جو بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مقرر فرمائے گئے۔ غزوۂ موتہ (۹ھ) میں سپہ سالاری کے دوسرے جانشین تھے۔ اسی جنگ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ قریش کو ان کے کفر کی وجہ سے طعن کرتے تھے جبکہ دربارِ رسالت کے دوسرے شعراء حسانؓ و کعبؓ کفار کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ملامت کرتے تھے۔ ان کے صرف ۵۰ شعر محفوظ رہ گئے ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

کعب بن زہیرؓ (م ۲۴ھ)

کعب بن زہیرؓ اسلام لانے سے پہلے حضورؐ کی ہجو کرتے تھے اور مسلمان عورتوں کے بارے میں یاوہ گوئی کرتے۔ فتح مکہ کے بعد ان کے لیے حکم تھا کہ پکڑے جائیں تو قتل کر دیے جائیں مگر خوش قسمتی دیکھیے کہ اپنے بھائی کی ترغیب پر ۹ھ میں بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے مشہور نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کا مطلع ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متیم عندها لم یجز مکبول

(سعاد چلی گئی اور آج میرا دل بیمار ہے۔ اس کی محبت میں میرا دل اس قیدی کی طرح ہے جس کا فدیہ نہیں دیا گیا اور وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے)

جب اس شعر پر پہنچے

ان الرسول لنور یستضاء به
مهند من سیوف الهند مسلول

تو اس جانِ بلاغت نے اصلاح فرمائی۔ سیوف الہند کی بجائے سیوف اللہ کر دیا جس سے شعر معنوی طور پر زمین سے آسمان پر پہنچ گیا۔ ساتھ ہی پاس بیٹھے ہوئے صحابہؓ کو کعب کے شعر سننے کی تاکید فرمائی۔ جب وہ نعت پڑھ چکے تو آپؐ نے فرطِ مسرت سے اپنی چادر مبارک کعب پر ڈال دی۔ اس لیے اس کو قصیدہ بردہ بھی کہتے ہیں۔

کعب بن مالک (م ۵۳ھ)

خزرجی تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ سرورِ عالمؐ نے حسان و عبداللہ بن رواحہ کے

ساتھ انہیں بھی قریش کی ہجو کا جواب دینے پر مامور فرمایا تھا۔ غزوۂ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ ۵۰ دن بائیکاٹ رہا پھر معافی مل گئی۔ آخری عمر میں بصارت کھو دی۔ کلام میں جذبِ حب الوطنی کے ساتھ ساتھ اسلام کے لیے حقیقی جوش پایا جاتا ہے۔

خیر القرون میں نعت کی شعری روایت

سرکارِ دوجہاں کے حینِ حیات جو نعتیہ شعر لکھے گئے ان کی کڑیاں فنی طور پر ماضی کے مدنی ادب سے جا ملتی ہیں چنانچہ ہم دیکھتے کہ "بانت سعاد" میں آغاز ذکرِ رسولؐ سے نہیں بلکہ شاعر کی محبوبہ کے ذکر سے ہوتا ہے پھر اونٹنی کی تعریف ہے اور پھر آخر میں مدحِ رسولؐ پر ان ختم ہوتی ہے۔ تاہم جاہلی ادب کی شعری روایت سے ہٹ کر بھی بہت سا نعتیہ کلام موجود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں عام افراد سے سابقہ تھا یہاں خیر البشر سے تعلق خاطر ہے۔ وہاں کسی کے بارے میں دروغ بافی کا امکان تھا گر یہاں ہر بات ہوش و خرد کی ترازو میں تول کر عقیدت و محبت کی چاشنی کے ساتھ کہنا پڑتی تھی۔ پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا تھا۔ ایک شائبۂ شرک کا خدشہ، دوسرے اہانت و گستاخیِ رسول کا ڈر۔ چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ثناگرانِ رسولؐ نے توحید و رسالت کی الٰہی تعلیم کے پیشِ نظر شعری روایت کو برقرار رکھا۔ یہاں اہم شعری خصائص کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱۔ محبوب کے حسن و جمال کے چشم دید مرقعے

سرورِ عالمؐ مشتاقانِ دید کے اکثر سامنے رہتے۔ سرتا بقدم کرشمہ دامنِ دل کھینچ کھینچ لیتا ماہِ عرب جب ماہِ فلک کو شرماتا تو موازنہ کرنے والے بے اختیار ہو کر پکار اٹھتے ؎

فلک پر تو ہی بتائے کہ حسن خواں میں :: زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند

ایک چاندرات جابر بن سمرہؓ کو موازنہ کرتے دیکھا تو فرمایا جابر کیا دیکھتے ہو؟ عرض کیا اے صاحبِ لولاکؐ! آپؐ کے سامنے آسمانی چاند گہنایا ہوا لگتا ہے۔ ختم المرسلینؐ اس دنیا میں تشریف کیا لائے اہلِ نظر کی نظر نوازی کا سامان پیدا ہو گیا۔ سچ فرمایا آپؐ کے جاں نثار چچا حضرت عباسؓ نے ؎

نحن فی ذالک الضیاء وفی النور
وسُبُل الرشاد نخترق

ہم لوگ اس (ہدایتِ رسولؐ) کی روشنی میں ہیں۔ ہدایت و استقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

۲۔ ایثار کے بے مثال نمونے

تربیت یافتگان تربیت گہِ رسولؐ میں اس قدر ایثار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ ان کی عملی زندگیاں اسوۂ رسولؐ کا بہترین نمونہ پیش کرتی تھیں۔ جب عضل و قارہ کے قبیلوں نے دس حفاظ کو شہید کر دیا تو حضرت خبیبؓ نے جو کشتگانِ خنجرِ تسلیم میں سے ایک تھے تختۂ دار پر چڑھ کر بے مثال عمل ایثار کا مظاہرہ کر دکھایا۔ دوسرے ان کی زبان سے جو اشعار ادا ہوئے۔ وہ ایثار للرسولؐ کا نہایت عمدہ اظہار ہے۔ آخری دعا تھی:

اللھم بلغنا رسالۃ رسولک
فبلغہ ما یصنع بنا

اے اللہ! ہم نے تیرے رسولؐ کا پیغام پہنچا دیا۔
اب تو ہمارے حال کی خبر اپنے رسولؐ کو کر دے۔

حضرت ابوطالب اگرچہ بروایت امام بخاری دولتِ ایمان سے محروم رہے مگر جاں نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ رسول اللہ کی نعت میں ان کے اشعار آبدار ایثار کی بہترین مثال پیش کرتے ہیں۔ کیا خوب کہا عمِ رسولؐ نے:

واللہ لن یَصِلوا الیک بجمعھم
حتّٰی اوسد فی تراب دفینا

فاصدع بامرک ما علیک غضاضۃ
وابشر وقر بذاک منہ عیونا

خدا کی قسم وہ آپ تک اپنی جمعیت کے ساتھ نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔ تو اپنا کام کیے جا مجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں اور خوش رہ اس کام سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیے جا۔

۳۔ حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت کا اظہار

صدرِ اسلام کے مشتاقانِ جمال، اجمل ترین جمیلانِ کائنات کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے تھے اور ساتھ ہی اسوۂ رسول ﷺ کے ایک ایک جزیے کو اپنانے کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ یہی بے تابی جب زبان پر آتی تو نعت کے قالب میں ڈھل جاتی۔ چنانچہ اس زمانے کی نعت حسنِ ظاہری کے ساتھ شمائل و فضائل کا نہایت حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ سچ کہا شاعرِ رسول ﷺ عبداللہ بن رواحہؓ نے ہے

روحی فداء لمن اخلاقہ شہدت
بانہ خیر مولود من البشر

جس کے اخلاق شاہد ہیں وہ نوعِ بشر میں سب بہتر پیدا کیا گیا۔ اس پر میری جان قربان ہو۔

عمت فضائلہ کل العباد کما
عم البریۃ ضوء الشمس والقمر

آپ کی فضیلتیں سب بندوں پر اس طرح ہیں جس طرح خلقت پر سورج اور چاند کی روشنی عام ہے۔

۴۔ شیفتگی و وارفتگی کے اعلیٰ نمونے

نعت چونکہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ہی تپیدہ دلوں کی راحتِ جان کا سامان اور مظہرِ وارفتگی ہے لہٰذا اصولاً ان دلدادگانِ ختم الرسل کے کلام میں شیفتگی اور وارفتگی کے اعلیٰ نمونے ملنے چاہئیں جو فیضانِ رسالت سے براہِ راست بہرہ مند ہوئے۔ اس ضمن میں ام المومنین حضرت عائشہؓ وارفتۂ جمالِ مصطفیٰ ﷺ ہو کر یوں لب کشا ہوتی ہیں ہے

متی یبد فی الدجی البہیم جبینہ
یلح مثل مصباح الدجی المتوقد

اندھیری شب میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن چراغ۔

نیز فرماتی ہیں:

لنا شمس وللآفاق شمس
وشمسی خیر من شمس السماء

ایک آفتاب تو دنیا کا ہے اور ایک آفتاب ہمارا بھی ہے مگر میرا آفتاب آفتابِ آسمان سے کہیں بڑھ کر روشن ہے۔

۵۔ پیامِ رسول کا تذکرہ

اس دورِ سعادت آثار میں ہر فرزندِ اسلام دل و دماغ کے ایک نہایت خوش آئند اور کیف پرور انقلاب سے دوچار ہوا۔ اس لیے تحدیثِ نعمت کے طور پر بھی پیامِ رسول ﷺ کا تذکرہ زبانوں پر اکثر آتا۔ تعلیماتِ رسول ﷺ نعتِ رسول ﷺ کا جزو لاینفک بن گئیں۔ حضرت حمزہؓ کے یہ اشعار کس قدر تحدیثِ نعمت کا اظہار ہیں:

رسائل جاء احمد من ہداہا
بآیات مبینۃ الحروف

وہ پیغامات جن کی ہدایات احمد ﷺ واضح حروف والی آیات میں لے کر آئے۔

واحمد مصطفیٰ فینا مطاع
فلا تغشوہ بالقول العنیف

اور احمد ﷺ برگزیدہ ہم میں مطاع ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ ناملائم لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا۔

حضرت حسانؓ یوں نغمہ پیرا ہوتے ہیں ؎

نبی اتانا بعد یاس و فترة
من الرسل والاوثان فی الارض تعبد
وانذرنا ناراً وبشر جنة
وعلمنا الاسلام فالله نحمد

قرارِ خاطرِ آشفتہ حالاں

سرورِ کائناتؐ کا وجودِ مسعود صحابہ کرامؓ کے لیے مینارۂ نور تھا۔ وہ اس سے اکتسابِ ضیاء کرتے تو ان کے دل کو تسلی اور روح کو قرار ملتا۔ وہ اس کا تذکرہ کرتے تو ان کا وجدان جھوم اٹھتا۔ آپؐ کی موجودگی میں وہ اپنے آپ کو ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ و مامون پاتے۔ آپؐ کے عم زاد ابوسفیان بن الحارث کہتے ہیں:

ویهدینا فلا نخشی ضلالا
علینا والرسول لنا دلیل
یخبرنا بظهر الغیب عما
یکون فلا یخون ولا یحول

آپؐ کے ہدایت دینے سے ہمیں کسی گمراہی کا خوف نہیں خود رسولؐ ہمارے رہنما ہیں۔ آپؐ جو کچھ ہونا ہے اس کے بارے میں غیب کی خبریں دیتے ہیں نہ ان کی خبر میں خامی ہوتی ہے نہ ہیر پھیر۔

۷۔ میلاد النبیؐ

اس زمانے کی نعت کا ایک موضوع میلادِ رسولؐ بھی ہے یہ تذکرہ عشق و محبت کی اس بلندی سے کیا گیا ہے کہ مابعد کے ادوار میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عباسؓ کا یہ شعر ملاحظہ ہو

وانت لما ولدت اشرقت الارض
وضاءت بنورك الافق

جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو زمین چمک اٹھی اور آپؐ کے نور سے آفاق روشن ہو گئے۔

نعت نگار کا احساسِ کمتری اور عفوِ رسولؐ

ایسے موقعے بھی آئے کہ دشمنانِ اسلام نے بزبانِ شعر حضورؐ کی ہجو کی مگر اس رحمتِ عالم نے عفو و کرم سے کام لے کر ان کو موہ لیا۔ کعبؓ بن زہیر کا یہی معاملہ تھا۔ لیکن جب ظلماتِ کفر سے نکل آئے تو نعت نگاری میں بہت سے لوگوں سے گوئے سبقت لے گئے مگر اس کا آغاز صرف اعتذار ہی سے کیا۔ اگرچہ فنی طور پر جاہلی شاعری کے قصائد کا انداز قائم رکھا تاہم رحمتِ عالمؐ نے اس انداز کو بھی پسند فرمایا اور پچھلی تمام خطاؤں پر خطِ عفو کھینچ دیا۔ حضورؐ کی اس پسندیدگی سے رنگِ تغزل کے قلم کاروں کے لیے بھی جواز نکل آیا۔

کعب یوں نغمہ طراز ہوتے ہیں۔

فقد اتیت رسول الله معتذراً
والعفو عند رسول الله مقبول

میں رسول اللہؐ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر آیا ہوں
اور حضورؐ کے نزدیک معاف کر دینا پسندیدہ ہے

۹۔ رثائی انداز

شمعِ رسالت جب اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ ضیاء بار تھی تو جاں نثار پروانے اس پر نچھاور ہونے کے لیے بے تابانہ لپکتے مگر جب ان کی آنکھوں کے سامنے سے یہ تجلیاں اوجھل ہو گئیں تو ان کی جان پر بن گئی۔ ادھر نامِ محمدؐ زبان پر آیا ادھر آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی ؎

جب نام تیرا لیجئے تب چشم بھر آوے
اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

چونکہ نبوت کے ماہِ شبِ چہاردہم کے اوٹ میں چلے جانے کا قیامت خیز منظر ان نعت نگاروں میں سے اکثر کے پیشِ نظر تھا۔ اس لیے ان کے تاثرات میں کرب ناکی بھی تھی اور احساسِ محرومی بھی۔ دردِ دل کی کھٹک بھی تھی اور خلشِ ذہن کی کسک بھی

اس کا اظہار بھرپور طریقے سے ان کے کلام میں بھی موجود ہے۔
محبوب سے بچھڑ جانے کے بعد عشاق دلدادہ کی زندگی بے لطف ہو گئی

ظلم مرا اے کاش کہ مادر نزادے

سرکار دو جہاںؐ کے یار غارؓ کا دل غم و اندوہ سے کس قدر
بوجھل تھا اس کا اندازہ ذیل کے شعروں سے لگائیے

فكيف الحياة بفقد الحبيب
وزين المعاشر في المشهد
فليت الممات لنا كلنا
فكنا جميعا مع المهتدي

محبوب کے بچھڑ جانے سے زندگی بے کیف
ہو گئی ہے۔ زینت دو عالم قبر میں جا سویا
کاش ہم سب کو بھی موت آ جاتی
اور ہم بھی اس سراپا ہدایت سے جا ملتے

آنکھیں تار اشک پرونے لگیں۔ شدت غم سے چہرے
اتر گئے۔ بدن نڈھال ہو گئے۔ فضا اپنی وسعتوں کے باوصف
تنگ ہو گئی۔ روز روشن شب یلدا سے تاریک تر ہو گیا۔ سورج
نے روشنی کھو دی۔ کائنات کی نبضیں رک گئیں۔ پہنائی عالم
غبار آلود ہو گئی۔ زمین و آسمان حزن و اندوہ میں ڈوب گئے
ایسے میں نعت میں رثائی مضامین دفعتاً در آتے تو بے جا نہ تھا
وہ لوگ جو رسماً شاعر نہ تھے ان کے امڈے ہوئے جذبات بھی
شعر میں ڈھل کر سامنے آ گئے۔ چند الم انگیز اور کربناک نعتیہ
اشعار ملاحظہ ہوں۔ عثمان غنیؓ روتے نہیں تھکتے۔

فيا عيني ابكي ولا تسأمي
وحق البكاء على السيد

اے میری آنکھ بے تکان روتی جا۔ سردار
پر رونا تیرا حق ہے۔

علی المرتضیٰؓ یوں نڈھال نظر آتے ہیں
ـــ

أمن بعد تكفين النبي ودفنه
بأثوابه آسى على هالك ثوى

نبیؐ کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد میں اس
مرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا لیٹا

آپؐ کے عم زاد ابو سفیان بن الحارث کی اس سانحہ سے یوں
نیند اڑی:

أرقت وبات ليلي لا يزول
وليل أخي المصيبة فيه طول

میری نیند اڑ گئی ہے اور رات یوں ہو گئی ہے جیسے
اب ختم نہ ہو گی۔ مصیبت کی رات درازی ہوا
کرتی ہے۔

جگر گوشۂ رسولؐ فاطمۃ الزہرا اپنے دل کے ٹکڑوں کو یوں شعری
جامہ پہناتی ہیں ـــ

صبت علي مصائب لو أنها
صبت على الأيام صرن لياليا صرن

(حضورؐ کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹ
پڑی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹتیں تو دن
راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اغبر آفاق السماء وكورت
شمس النهار وأظلم الأزمان

آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ
دیا گیا دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ

فليبكه شرق البلاد وغربها
يا فخر من طلعت له النيران

اب چاہیے مشرق و مغرب آنسو بہائے ان کی
جدائی پر۔ فخر ان کے لیے ہے جن پر روشنیاں چمکیں

غرض یہ وہ چند مضامین نعت ہیں جو خیر القرون میں چودہ صدیاں
کی دوری پر بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان چودہ صدیوں

کے عرصے میں اسلام مشرق و مغرب کے اکناف تک جا پہنچا۔ جہاں جہاں یہ نور پہنچا وہاں نعتِ رسولؐ بحیثیت صنفِ سخن ابھری۔ فرزندانِ توحید نے نعت نگاری، نعت خوانی اور سماعِ نعت سے قلب و نظر کو روشن کیا۔ چنانچہ مؤید بہ روح القدس شاعرِ اسلام حسان بن ثابتؓ سے لے کر بوصیری جیسے عشاقِ رسولؐ اور امیر الشعراء احمد شوقی جیسے ہزاروں لاکھوں جادہ پیمایانِ راہِ محبت نے اس ذاتِ اقدس پر عقیدت کے پھول برسائے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا مگر

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کے مصداق غالبؔ کی زبان میں یہ کہہ کر چپ ہونا پڑے گا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

ان گنت مدحت طرازانِ دربارِ نبوتؐ اس بارگاہ کی قدر افزائی تو کیا کریں گے ہاں اپنی نجات اور سرفرازی کا سامان ضرور بہم پہنچائیں گے۔ کتنے ہی حرف ناشناس سخن داں بن کر ابھریں گے۔ سچ کہا شاعرِ رسالت نے

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

میں نے اگر اپنے شعر سے سرورِ عالمؐ کی تعریف کی ہے تو اس سے ان کی قدر افزائی نہیں ہوئی۔ ہاں میرا شعر ان کی وجہ سے ضرور بلند ہو گیا ہے۔

آج مضامینِ نعت اس قدر متنوع ہیں جیسے ایک صد پہلو ہیرا جس کا ہر پہلو ایک نیا رنگ منعکس کرتا ہے۔ ہجر و فراقِ دیارِ رسولؐ، سیرتِ اطہر کے مختلف گوشے، معراجِ رسولؐ، ہجرت، مغازی، بزم آرائی، شمائل و فضائل، غمِ دل، غمِ روزگار، پیغامِ رسولؐ کی اشد ضرورت کا احساس، اپنی بے سروسامانی، سراپائے اقدسؐ، اعترافِ گناہ، زندگی کی بے لطفی، اجتماعی طور پر امتِ مرحوم کی فریادیں، شفاعتِ رسولؐ کا دل خوش کن تصور، تپشِ محشر میں حضورؐ کی سایہ گستری اور رحمۃ للعالمینی ایسے مضامین نے آج اس صنف کو گلہائے رنگا رنگ کا نہایت دلآویز گلدستہ بنا دیا ہے۔ اس پر اسلوبِ بیان کی جدت طرازیاں مستزاد کر لیجئے تو فنِ نعت بطور صنفِ شعر کے جانِ تغزل بھی ہے۔ ادبِ عالیہ کا معیار بھی اور معارف و حقائق کا بہتا ہوا دریا بھی۔ مختصراً یوں کہہ لیجئے کہ شاعری (خصوصاً عربی، اردو، فارسی) سمٹ سمٹا کر ایک قدسی بانکپن کے ساتھ آج نعت کی صورت میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ کیوں نہ ہو جس کا تذکرہ ہے وہ بھی تو روحِ کائنات ہے۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا محمدٍ
والہ و صحبہ وبارک وسلم

بقیہ: قرآنی آیت کو مسخ کرنے کی گھناؤنی حرکت

اور کبھی مسلم حکمرانوں کی تاریخ کے نام پر زہر گھولنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان شر پسندوں میں بھیڑ کی کھال اوڑھے سراج الحق جیسے بھیڑیے بھی شامل ہو گئے ہیں۔ نجی مفاد اور جھوٹی شہرت کے لیے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کو تیار رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے حکومت اور انتظامیہ اس معاملے کی صحیح جانچ کر کے قصور واروں کو گرفت میں لے اور حالات کو بدتر ہونے سے روکنے کے لیے جلد از جلد قدم اٹھائے ورنہ حالات مزید ابتر ہو سکتے ہیں۔

بقیہ: تعارف و تبصرہ

کی ناسازگاری کے باوجود علمائے اسلام کو ان کی دینی ذمہ داری کے اس اہم پہلو کی طرف توجہ دلانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں انہوں نے سندھ کے ناگفتہ بہ حالات کے پس منظر میں ایجنسیوں اور ہندوؤں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو بے نقاب کیا ہے اور مختلف حوالوں سے پاکستان کی سالمیت کے خلاف غیر مسلم اقلیتوں کی سازشوں سے پردہ اٹھایا ہے۔